عشقِ رومی کی بازیافت

ڈاکٹر نگہت ناہید ظفر

ABSTRACT:

In this article, the writer talks about Rumi's philosophy of love and how Rumi's spiritual and mystical poetry brings peace to our hearts. This happens because Rumi's work is the epitome of love, peace and brotherhood. In today's world, Rumi's poetry and his philosophy of love acts as a uniting factor for a humanity that has been divided on religious and cultural lines.

خالق کائنات نے ہر عہد میں کچھ ایسے نابغے پیدا کیے ہیں جو آج بھی قابل مثال ہیں۔ یہ نابغے نہ صرف اپنے عہد میں بلکہ آج سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی عہد ساز ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ۲۰۱۲ میں امریکہ میں سب سے زیادہ قابل توجہ شخصیت مولانا جلال الدین روم تھے اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی شاعری رومی کی شاعری تھی۔مثنوی مولانا روم جسے ''در قرآن بہ زبان پہلوی'' کہا گیا ہے،معارف ومعنی کا ایک جہان ہے کہ جہاں حکمت اور دانائی کی مٹھاس فکر وفلسفہ کی گہرائی ہے مگر اس فصاحت اور سادگی کے ساتھ کہ قاری رومی کے عشق کی آگ کی تپش اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے۔

فلسفہ روم کیا ہے؟ اور عشق رومی کیا ہے؟ کہ جس کے لئے رومی نے شاعرانہ اسلوب اختیار کیا اور الٰہیاتی مسائل کی وضاحت کے لئے انہوں نے مجازی اسلوب اختیار کیا اور غیر مادی کیفیتوں کو انہوں نے مادی رنگ میں تمثیلی صورت میں پیش کر کے پیچیدہ مسائل کو عام فہم کر دیا۔

رومی ایک عظیم شاعر ہے وہ تصوف پر عقیدہ رکھنے والوں کے لئے ایک مشعل راہ ہے اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ہماری مسخ شدہ تہذیب سے نالاں ہیں۔رومی محبت امن اور بھائی چارے کا نام ہے۔رومی کی شاعری آشوب زدہ زمانے میں مذہب اور تہذیب کے ٹکڑوں میں بٹی انسانیت کے لئے یگانگت کا پیغام بانٹنے والی شاعری ہے۔

مردہ روحوں کے لئے تڑپ اور تپش کی شاعری ہے ۔رومی کا عہد تاریخی لحاظ سے جنگ و جدل کا عہد ہے۔عثمانی خلافت بیرونی اور اندرونی ،داخلی سازشوں کا شکار تھی۔اندرونی طور پر مذہبی اور بیرونی طور پر عیسائی حملہ آوروں چنگیز خان اور ہلاکو خان کے حملوں نے ایشائے کو چک کو سازشیوں اور جنگوں کا مرکز بنا یا ہوا تھا، تاریخی اور تہذیبی اور مذہبی جبر تخلیقی قوتوں کے لئے بیداری کا کام کر تا ہے۔مولانا جلال الدین رومی ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ ء کو بلغ میں پیدا ہوئے۔رومی کے والد بہاء الدین ولد معروف مذہبی دانشور اور صوفی تھے۔یہ عہد تصوف کا عہد ہے ۔عراق ایران شام مصر میں بڑے بڑے نامور صوفیاء اسی عہد میں گزرے ہیں۔تصوف کے بارے میں بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ اہل ہند کے قدیم فلسفہ ویدانت کا پرتو ہے۔ظفر عظیم لکھتے ہیں:

وہ تحریک جسے ہم تصوف کے نام سے جانتے ہیں راہبانہ ریاضتوں ملک شام میں پھیلی ہوئی مادی دنیا کے برخلاف عیسائی راہبانیت ، باطنی تحریکوں ، زرتشتی ، بدھ مت اور ہندومت روحانی رویوں کے سنگم سے ابھری۔(۱)

لیکن بعض ایرانی مورخین کا خیال ہے کہ تصوف خالص ایرانی تحریک ہے۔ جو قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے ۔اس خیال کی تائید میں ایک ایرانی مفکر مانی کی دینی تعلیم ہے جس کے مطابق دنیا فانی ہے ۔اس سے دل لگانا عبث ہے ۔اس طرح بعض محقق تصوف کو افلاطون کی نو فلاطونیت کی صدائے بازگشت قرار دیتے ہیں لیکن اسلامی تصوف کے بارے میں مرزا مقبول بیگ بدخشانی لکھتے ہیں:

''ایک خالص اسلامی تحریک ہے۔۸۵۰ کے قریب عراق سے چلی اور ایران میں پہنچی۔''(۲)

اسلامی تصوف ایک مثبت فلسفہ ہے جو طلب وجستجو ،خلوص ومحبت اور ایثار ،خدمت خلق ،تربیت نفس کسب معرفت اور فنافی الذات پر مشتمل ہے۔مولانا روم مثنوی میں تصوف کے بارے میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''شریعت ایک شمع ہے جو ہمیں راستہ دکھاتی ہے ۔ جب ہم شمع کی مدد سے راستے پر چلتے ہیں تو یہ راستہ طریقت ہے اور جب ہم اس راستے پر گامزن ہو کر منزل مقصود پر پہنچتے ہیں تو یہ منزل مقصود حقیقت ہے۔''(۳)

مولانا روم کے والد بہاء الدین نوعمری میں ہی تمام علوم وفنون میں کامل ماہر ہو گئے تھے۔روایت ہے کہ آپ کے علم وفضل کی وجہ سے بلخ کے تین سو مفتیوں کے خواب کی تعبیر کی وجہ سے آپ کو'' سلطان العلماء'' کہا گیا ۔جس کے بارے میں قاضی علمدار حسین اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''اس واقعہ کو سلطان والد نے اپنی مثنوی میں ،سپہ سالار نے اپنے رسالہ میں ،افلاکی نے مناقب العارفین میں شرح وبسیط سے لکھا ہے۔''(۴)

بہاء الدین ولد نے مولانا جلال الدین رومی کی تربیت کے لئے اپنے مرید سید برہان الدین محقق ترمذی کو اتالیق مقرر کیا ۔چار پانچ سال تک رومی آپ کے زیر تربیت رہے،۶۱۴ھ میں بہاء الدین ولد نے بلخ سے ہجرت کی ۔رومی بھی والد کے ساتھ تھے۔ اور مختلف شہروں میں قیام پذیر رہے جو اس عہد میں علم وفن کے مرکز تھے۔اسی طرح نیشا پور میں آپ کی ملاقات فرید الدین عطار سے ہوئی۔

شیخ نے آپ کی آئندہ عظمت و جلالت کی پیشین گوئی ملاقات کے بعد کی۔موسی خان، جلال زئی اور اشفاق انور لکھتے ہیں۔

''اس نے پیشن گوئی کی کہ یہ لڑکا محبت کے دلوں کے دروازے کھول دے گا، رومی کو مجمع الطیر نامی کتاب کے مصنف سے کی یہ ملاقات کبھی نہ بھولی۔''(۵)

۱۶ برس کی عمر میں گوہر خاتون سے آپ کی شادی ہوئی۔ جن سے آپ کے دو بچے ہوئے۔ بہاؤ الدین ولد کو سلطان علاؤ الدین کیقباد نے قونیہ رہائش پذیر ہونے کی دعوت دی۔ قونیہ تشریف لانے کے دوسال بعد بہا الدین ولد انتقال کر گئے۔مولانا روم جب والد کے ساتھ قونیہ تشریف لائے تو آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔قونیہ جو اس کے بعد مولانا روم اور آپ کی اولاد کا آئندہ کے لئے مسکن و مدفن بننے والا تھا۔ اور آج بھی قونیہ کی وجہ شہرت آپ کے دم سے ہے۔۲۴ سال کی عمر میں آپ والد کے جانشین بن گئے۔ جب بہاء الدین ولد کا انتقال ہوا تو سید برہان الدین ترمذ میں تھے آپ وہاں سے قونیہ آئے اور مولانا روم سے ملاقات کی۔مولانا شبلی لکھتے ہیں:

''سید نے مولانا کا امتحان لیا اور تمام علوم میں کامل پایا تو کہا کہ صرف علم باطنی رہ گیا ہے اور یہ تمہارے والد کی امانت ہے جو میں تم کو دیتا ہوں۔ چنانچہ نو برس تک طریقت اور سلوک کی تعلیم دی۔''(۶)

ظاہری علوم میں مولانا واعظ کہتے درس دیتے لیکن ابھی تک ان کا دل اس تپش سے بے نیاز تھا جس نے جلال الدین کو عشق رومی بن کر جلانا تھا۔والد کی تعلیم اور روحانی تربیت نے ان کو اپنی شخصیت دریافت کرنے کے قابل بنادیا تھا۔ اور اب ان کا شمار قونیہ کے قابل فخر مذہبی علماء میں ہوتا تھا۔لیکن ابھی تک ان کو اپنے باطن کے نہاں کرب کا پتہ نہ تھا۔ یہ پتہ اس وقت چلا جب دسمبر ۶۴۴ھ میں مولانا روم کی ملاقات شمس تبریز سے ہوئی۔اس ملاقات نے رومی کی زندگی یکسر بدل دی۔اور رومی کے اندر عشق کی آگ جل اٹھی۔شمس سے ہی رومی نے عشق خداوندی کا درس سیکھا اور عشق کے خفیہ رازوں کو افشا کیا۔ ڈاکٹر عبدالحسین زرکوب لکھتے ہیں:

''درحقیقت اس آشفتہ اور بے سروسامانی درویش کی رفاقت سے مولانا روم کے وجود کے اندر ایک ایسا انقلاب برپا ہوا کہ مولانا نے درس و تدریس سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور مسند تدریس سے الگ ہو گئے۔ وہ کئی دن اور کئی کئی گھنٹے شمس کے ساتھ خلوت میں رہتے اور نماز و روزہ اور واعظ کے بجائے سماع اور رقص و وجد میں مشغول رہتے اور اس طرح قونیہ کا یہ مرشد و مرشد زادہ ایک مضطرب شوریدہ سر درویش بن گیا۔''(۷)

شمس سے ملاقات اور پھر جدائی نے مولانا کے سینے میں عشق کی آگ روشن کر دی۔عشق کی اسی آگ سے بے تاب ہو کر صلاح الدین زرکوب کی صحبت میں کچھ تسلی ملی اور پھر ان کی وفات کے بعد اپنے مرید حسام الدین چلپی کو اپنا ہمدم و ہمراز بنایا اور انہی کے کہنے پر عشق کی وہ داستان قلم بند کی۔ جسے مثنوی و معنوی کہا گیا جس کے بارے میں محمد اکرم چغتائی لکھتے ہیں:

''ان کی تصانیف میں مثنوی معنوی کو تو ''زبان فارسی قرآن'' کیا گیا ہے۔(۸)

1253 میں روحانی اور خدا کی محبت کا طلب گار دنیا کو امن محبت کا درس دینے والا یہ عاشق صوفی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

رومی کا انسانیت پر ایمان امن بھائی چارے، امید، خوشی اور محبت کا عشق ہے۔صوفیا کے نزدیک عشق کیا ہے ؟ کہ جس کا طلب گار رومیؒ بھی ہے۔

صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ ان کی روح ایک ابدی اور لافانی عنصر ہے جس کا براہ راست ذات خداوندی سے تعلق ہے۔ یہ تعلق جزو کا کل کے ساتھ ہے۔صوفیا ذات خداوندی کو روح مطلق سمجھتے ہیں اور یہی روح مطلق حسن مطلق ہے۔ یہ ایک ایسا سر چشمہ ہے جس سے حسن کے سوتے پھوٹتے ہیں اور کائنات میں پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ انسانی روح اس سرچشمے کو دیکھنے اور اس سے وصال کے لئے بے چین ہے۔ اس اضطراب اور بے تابی کو صوفیانہ اصلاح میں ''عشق'' کہتے ہیں اور ذات باری محبوب ہے اور روح انسانی عشاق ہے۔صوفیا ذات باری سے عشق کے اظہار کے لئے مجازی پیرایہ اظہار اختیار کرتے ہیں۔

رومی کی شاعری بھی اس عشق الٰہی کی داستان ہے۔، یہ شاعری اس حسن ازل کی ترجمان ہے ۔ایک صوفی کے دل کا نغمہ عشق جب لفظوں کا جامہ پہنتا ہے تو وہ رومی کی شاعری میں نغمگی ،حسن اور موسیقیت کی صورت میں ڈھل جاتا ہے اور یہی وہ شاعری ہے جو آج بھی سادہ عشق کے مسافروں کو اپنی منزل سے ہمکنار کر رہی ہے۔

رومی کی شاعری عشق و ہوس کی کہانی نہیں بلکہ یہ اس فراق زدہ روح کی سرگذشت ہے جو اپنے اصل سے جدا ہو گئی ہے۔ اس روح کی داستان ہے جو قیل و قال کی دنیا سے نجات حاصل کر چکی ہے ۔درس و تدریس اور فتویٰ کی مسند کو خیر آباد کہہ چکی ہے۔ وہ ایک بے مثال اور بے پناہ عشق یعنی شمس تبریز کے عشق سے گزر کر آئی ہے اور انجام کار وہ اپنی ہستی کو مٹا کر اپنے اصل کی طرف لوٹ جانا چاہتی ہے۔

بانسری کی لے روح کی ان کیفیات کی حامل ہے جو درد وسوز اور ذکر وفکر سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسے عاشق پرسوز کی ترجمان ہے جیسے ہوا ہوس اور جمالی عشق سیراب و مطمئن نہیں کر سکتا وہ کسی ایسے عاشق کی جستجو میں ہے جو اسے اس دنیائے رنگ وبو سے نکال کر اصل کی طرف لے جائے۔ گویا یہ فراق سے وصال کی متمنی ہے۔اس کائنات میں صرف بانسری ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس فرقت کی داستان سناتا ہے مولانا مثنوی کا آغاز بھی اس لئے اس شعر سے کرتے ہیں:

بشنواز نے چوں حکایت میکند
وزجدائی ہا شکایت میکند

بانسری سے سن کیا حال سناتی ہے اور ہجر وفراق کی کیا شکایت کرتی ہے۔(۹)

بانسری سے ہم جو کچھ سنتے ہیں وہ ایک متحرک اور ہنگامہ خیز روح کی داستان ہے وہ ایک عاشق کی تڑپ ہے مولانا روم کہتے ہیں:

نے حدیث راہ پر خوں میکند
قصہ ہائے عشق مجنوں میکند

نے (عشق کے) دشوار گزار راستے کا حال سناتی ہے (اور) مجنون کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے"(۱۰)

رومی محبت اور تسلیم کا استاد ہے وہ عشق کے ذریعے نسل انسانی کو محبت کا درس دیتا ہے۔ شمس نے رومی کے اندر کیسی شمع روشن کی اور عشق کی کیسی چنگاری پھونکی کہ رومی کی شاعری میں ہم محبت کی سچی آواز کو سنتے ہیں۔ رومی نے ہی کہا تھا:

"فطرت کو محبت کی قوت نے اکٹھا کیا ہوا ہے۔"(۱۱)

محبت عشق الٰہی سے وابستہ ہے اور عشق الٰہی کی محبت مخلوق سے وابستہ ہے عشق کی اہمیت مولانا کے لئے کیا تھی؟ کہ مثنوی سے لے کر ان کی غزلیات جیسے "دیوان شمس" کا نام دیا گیا میں بھی عشق کی واردات کا بیان ہے۔ مگر عشق رومی کوشش اور جدو جہد کا نام ہے۔ عشق رومی عملی زندگی میں وسیع القلبی، وسعت نظری اور اندازِ فکر کی جدت کا نام ہے رومی عمل کے لئے اس کی راہیں اور ضابطے تراشتا ہے۔ وہ زندگی سے فرار نہیں بلکہ اس سے شناسائی بڑھانے پر زور دیتا ہے۔ عشق رومی احترام آدمیت کا نام ہے کہ جس کی مثال رومی کی اپنی زندگی بھی تھی مولانا شبلی لکھتے ہیں:

"سراج الدین قونوی بڑے رتبے کے فاضل تھے لیکن مولانا سے ملال رکھتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ مولانا کہتے ہیں میں بہتروں مذہبوں سے متفق ہوں۔ انہوں نے اپنے ایک مستعد شاگرد کو بھیجا کہ مولانا سے پوچھنا کہ کیا واقعی آپ کا یہ قول ہے اور اگر وہ اقرار کریں تو ان کی خوب خبر لینا۔ اس نے بھرے مجمع میں مولانا سے سوال کیا؟ آپ نے کہا ہاں میرا قول ہے اور اس نے مغلظ گالیاں شروع کر دیں۔ مولانا نے سن کر فرمایا کہ یہ جو آپ فرماتے ہیں میں اس سے بھی متفق ہوں وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔"(۱۲)

رومی محبت اور امن کا پرستار ہے کیونکہ محبت ہی انسان کے ذہن میں روشنی پیدا کرتی ہے اور یہی روشنی ذہن وسیع، بالغ نظر اور اس کی تخلیقی قوتوں میں اضافہ کرتی ہے۔ محبت دلوں سے تشکیک اور منفی قوتوں کا خاتمہ کر کے ان کے اندر روشنی، امید اور بھائی چارہ اور ہم آہنگی جیسی صفات پیدا کرتی ہے

مگر یہ قوت اس وقت پیدا ہوسکتی ہے جب عشق رومی کی آگ سینے میں بھڑک اٹھے تو پھر ان اعلیٰ قدروں پر ایمان پختہ ہو جاتا ہے اور انسان آدمیت کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔

رومی نے کہا:

تاسوزی نیست آں عین الیقین
ایں یقین خواہی در آتش در پیش

جب تک تم خود (اس عشق میں پڑ کر) جلنے نہ لگو تمہارا وہ (یقین) حق الیقین (کے درجے کا)
نہیں ہے۔ اگر یہ یقین چاہتے ہو تو (خود) آتش (عشق) میں بیٹھ جاؤ۔" (۱۳)

انسان تلاش اور جستجو کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عشق اس تلاش کے سفر میں راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے جیسے روم کو تبریز کے عشق نے حقیقت سے آشنائی کروائی۔ مگر روم اور تبریز اس راہ میں شریعت طریقت اور حقیقت کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

Rwfik Algan And Camille Adaik Helmins لکھتے ہیں

" Shams AND MEVELANA met in realm of love of God. Both were bound wit great love to the prophet MUHAMMAD and the way that opened with the revelation of the Quran . They breathed the air of Quran and all their words are woven with its meaning. As shams says, we have such a tether that no body has the power and courage to pull it only Muhammad the repesentative of God pull it.(14)

مولانا روم شمس تبریز سے ملاقات کے بعد جس عظیم الشان قلبی انقلاب سے دوچار ہوے۔ وہ عشق کی حیرتوں کی دنیا تھی۔ اسی عشق نے مولانا روم کو آفتاب عالم تاب بنایا اور اسی عشق کے اسرار مولانا نے اپنی مثنوی میں وضاحت سے روایات اور علامات کی شکل میں بیان کیے۔

رومی اس عشق کے اسرار نسل انسانی کو سکھانا چاہتا ہے۔ تیرہویں صدی کے وسط میں رومی نے جو کچھ کیا وہ اس صدی میں اور آنے والی کئی صدیوں تک نسل انسانی کی شناخت ہے۔ رومی کی تعلیمات عشق اور محبت کی تعلیمات میں اگر ہم اس کرہ ارض میں روح انسانی کو بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں رومی کی تعلیمات پر عمل کرنا پڑے گا کیونکہ عشق رومی انسان کو اپنے آپ کی پہچان کرواتا ہے۔ عشق رومی ہماری دکھتی روحوں کے لئے مرہم ہے۔ ہمارے روحانی مذہبی اور تہذیبی مسائل کا حل اس عشق کی قوت میں پنہاں ہے جو رومی نے بتایا۔ ہمارے ان مسائل کا حل انسانی عقل کے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ عقل خود پسندی اور خود غرضی کے ہاتھوں مجبور ہے مگر عشق رومی ہمارا رہنما ہے۔ کیونکہ رومی ہمارے وجود کے اندر کی خبر دیتا ہے۔ وہ روح کی بات کرتا ہے جو اصل سے وصال کے لئے بے قرار ہے۔ رومی کی اسی حیثیت کے بارے میں Julie Scoti Mesiami لکھتی ہیں:

Rumi was many things: saints cum hero or from more recent constructions, Rumi the mystic, Rumi the poet and soon, he was for one thing a highly learned man whose poetry even the lyrical Ghazals...it is not the raputrous

outpourings of the ecstatic mystic, but can be highly complex."(15)

صرف مثنوی میں عشق کی داستان مولانا نے بیان نہیں کی بلکہ "دیوان کبریا دیوان شمس" کے نام سے مولانا کی غزلیات بھی اس تڑپ کی حامل ہیں۔ ان کی غزلیات کا بھی ایک خاص آہنگ ہے۔ مولانا کو افکار کے تندوتیز طوفان نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے وہ اپنی ذات کی نفی کر چکے ہیں ان کے شعر وزن اور قافیے کی قید سے بھی آزاد ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات غیر مانوس الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں کچھ ایسی روایات اور تعبیرات ہیں جنھیں غیر شائستہ یا اجنبی کہا گیا ہے کیونکہ یہ ایک صوفی اور عالم کے شایان شان نہیں۔ مگر مولانا کی شاعری میں عقل سے زیادہ روحانی فکر غالب ہے۔ عشق درد، حکمت، معرفت، سب کو شعر ونغمہ کے پیکر میں باہر لاتا ہے۔ وہ نہ صرف روحانی کشمکش کا اظہار کرتے ہیں بلکہ فلسفیانہ افکار کو بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ دنیا، خدا، روح اور آخرت جیسی تمام اہم موضوعات کو موضوع سخن بناتے ہیں۔ وہ ارتقائے انسانی کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ کس طرح جمادی سے نباتی، نباتی سے حیوانی اور انسانی ارتقا کی بلندیوں تک پہنچا۔ وہ انسان کے جبر واختیار اور اس کی حدود کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ وہ منزل فنا کی تصویر پیش کرتے ہیں جہاں انسان اپنے وجود کو مٹا کر یاد الٰہی میں گم ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ عشق رومی مثنوی میں ''نے'' کی زبان میں ''فیہ مافیہ'' اور غزلیات میں بھی جلوہ گر ہے۔ رومی نہ ترک دنیا کی نصیحت کرتے ہیں نہ صوفیا کی بے اعتدالیوں کو پسند کرتے ہیں نہ ہی فقر وعزلت اور رہبانیت کے رجحانات کے مبلغ ہیں۔ ان کے نزدیک مرد کامل وہ ہے جو صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے کامل ہو۔

وہ عشق کی طریقت اور شریعت کا جوہر سمجھتے ہیں اور تہذیب نفس میں محبت کو جو دل کی تربیت وتزکیہ کا سبب ہے وہ عشق کو معراج روح کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں عشق رومی تمام دنیاوی وروحانی بیماریوں کا چارہ گر ہے۔ مگر رومی کہتے ہیں۔ عشق خواہ حقیقی ہو مجازی اس کے لئے جذبہ اصل حقیقت ہے جب وہ کہتا ہے:

''ملت عشق ازلمہ دیں یا جداست
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

عشق کا مذہب تمام دنیاؤں سے الگ ہے عاشقوں کا مذہب وملت خاص خدا ہے۔''(۱۶)

رومی کا شمار محبت کے سب سے بڑے استاد میں ہوتا ہے کیونکہ وہ نسل انسانی کو محبت امن اور خوشی دینے والا شاعر ہے مگر رومی کی شاعری کو سمجھنے کے لئے محبت کرنے والا دل اور عاجزی اور انکساری ہونا ضروری ہے۔

حواشی:

(۱) ظفرعظیم، رومی کے نغمے، لبرٹی بکس پاکستان، ص:۲۰

(۲) مرزا مقبول بیگ، بدخشانی، ادب نامہ ایران، نگارشات لاہور، ص:۶۱

(۳) مثنوی مولانا روم شیخ غلام علی اینڈ سنز

(۴) مولانا جلال الدین رومی حیات و افکار، مرتب محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔ص:۱۶۲

(۵) موسیٰ خان جلال زئی، اتفاق انور، مولانا رومی کا نظریہ عشق علم وعرفان پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء، ص:۳۹

(۶) سوانح مولانا امام شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی، شامی پریس کان پور ۱۹۶۱ء، ص:۱۵

(۷) ڈاکٹر عبدالحسن زرکوب از گلستان مترجم ڈاکٹر مہر نور محمد خان، ڈاکٹر کلثوم فاطمہ سید مرکز تحقیقات فارسی و ایران پاکستان اسلام آباد، جون ۱۹۸۵ء، ص:۲۵۵

(۸) مولانا جلال الدین رومی، حیات و افکار، مرتب محمد اکرام، ص: ۵

(۹) مفتاح العلوم شرح مثنوی، مولانا روم شیخ غلام علی سنز اینڈ لیمیٹڈ، ص:۲۳

(۱۰) ایضاً ص:۳۰

۱۱) رومی کے نغمے، ظفرعظیم، ص:۱۸۰

(۱۲) سوانح مولانا روم، مولانا شبلی نعمانی، ص:۴۱

(۱۳) مفتاح العلوم، جلد پنجم، دفتر دوم، ص:۱۳

(14) RMIS SUN ***THE TEACHING OF SHAMS OF TABRIZ*** MORNING LIGHTS PRESS 2008,P: 11

(15) ***RUMI PAST AND PRESENT EAST AND WEST FRANK LAND,*** LEWIS ONEWORLD OXFORD , 2007, P: 14

(۱۶) مفتاح العلوم شیخ غلام بھٹی سنز دفتر دوم، جلد پنجم، ص:۱۸